ماہ محرم الحرام

پیغامات، فضائل اور بدعات وخرافات

مفتی محمد قاسم اوجھاری

ناشر:
اسلامی مرکز تحقیق واشاعت، اوجھاری، ضلع امروہہ، یوپی، انڈیا

تفصیلات

نام کتاب : ماہ محرم الحرام (پیغامات، فضائل اور بدعات وخرافات)
مرتب : محمد قاسم اوجھاری
صفحات : ۵۵
سن اشاعت : محرم الحرام ۱۴۴۵ھ جولائی ۲۰۲۳ء
ناشر : اسلامی مرکز تحقیق واشاعت، اوجھاری، ضلع امروہہ، یوپی، انڈیا

Published By:
islamic Research & Publication's Center
Ujhari, District Amroha, UP, India (244242)

Email: Qasimujhari1@gmail.com Qasimujhari@yahoo.com
Mobile: 9719452901

فہرست

مقدمہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا، اور اس کی رہنمائی کے لیے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا، صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں؛ اور درود وسلام نازل ہو اس آخری نبی اور رسول پر جس نے دین کو مکمل کیا، اور رہتی دنیا کے لیے آخری کتابِ ہدایت پیش فرمائی۔

خدا تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کا نام اتباع مذہب ہے، مذہب انسانوں کی تہذیب چاہتا ہے، اور انہیں ایک ایسی زندگی گزارنے پر آمادہ کرتا ہے جو دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضامن ہو، مذہب انسان کے لیے لازم ہے، اگر انسان مذہب سے باہر ہے تو اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ مذہب سے مراد اسلام ہے، جس کا آغاز پہلے انسان آدم علیہ السلام سے ہے اور اس کی تکمیل آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک ہی مذہب رہا ہے، البتہ ہر دور میں اس کی کچھ شکلیں بدلتی رہی ہیں اور کچھ احکامات میں کمی زیادتی رہی ہے۔ آخری نبی نے دین اسلام کی جو نئی شکل پیش کی ہے وہ قیامت تک کے لیے ہے، اب اس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے، گویا مذہب اسلام اپنی آخری شکل میں قیامت تک کے لیے ہے، اسی لیے یہ سارے انسانوں کو مخاطب کرتا ہے۔

اگر کسی قوم نے مذہب کو صحیح شکل میں محفوظ رکھا اور اس پر سختی سے عمل کیا وہ قوم

کامیاب رہی، اور جس قوم نے مذہب کو بدلا اور اس میں تغیرات وتحریفات کیں وہ قوم تباہ ہوئی اور ہمیشہ کی ناکامی اس کا مقدر بن گئی۔ دین اسلام اپنی آخری شکل میں ہمارے سامنے ہے، ہماری کامیابی دین اسلام کو صحیح شکل میں محفوظ رکھنے اور اس پر سختی سے عمل کرنے میں ہے۔ اگر ہم نے دین اسلام میں خرافات شامل کیں، دین کی شکل کو بگاڑا اور اس کی اصل تصویر کو مسخ کیا، تو ہمارا حال بھی وہی ہوسکتا ہے جو سابقہ قوموں کا ہوا اور ہمیشہ کی تباہی ہمارا مقدر بن سکتی ہے، کیوں کہ مذہب سے چھیڑ چھاڑ کرنا، اس کی شکل کو بگاڑنا اور اس میں خرافات شامل کرنا خدا کو چیلنج کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے تنبیہ فرمائی، کہ اے لوگو! تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو ہی اختیار کرنا اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور دین میں اضافہ شدہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا، اس لیے کہ دین میں نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم تک لے جانے والی ہے۔ (سنن ابی داود، رقم: ۴۶۰۷۔سنن نسائی، رقم: ۱۵۷۶۔صحیح ابن خزیمہ ۲/ ۸۶۴) اور بدعتیوں کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ مردود ہیں، ان کو حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا، ایسے لوگوں کی عبادات قبول نہیں ہوتیں اور بدعت پر برقرار رہتے ہوئے ان کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی، وغیرہ۔ (صحیح مسلم ۲/ ۲۴۹۔ صحیح بخاری ۱/ ۳۷۱۔ سنن ابن ماجہ ۶۔ مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۸۹۔ الترغیب والترہیب رقم ۸۳۔المعجم الکبیر للطبرانی)

آج اگر جائزہ لیا جائے تو بہت ساری بدعات وخرافات کو دین کا حصہ بنالیا گیا ہے، اور لوگ ان کو دین سمجھ کر بلا جھجک عمل کر رہے ہیں، سال بھر میں ایسے مواقع آتے رہتے ہیں جہاں دین کے نام پر بدعات وخرافات بڑے دھوم دھام کے ساتھ انجام دی جاتی ہیں، بعض مرتبہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ آخر لوگ دین کا تماشہ کیوں بنا رہے

ہیں؟ محرم الحرام سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے، اس مہینے کی بڑی فضیلت آئی ہے، اتفاق سے واقعۂ کربلا بھی اسی مہینے میں پیش آیا ہے، اس مہینے میں دین کے نام پر ایسی ایسی خرافات انجام دی جاتی ہیں کہ مذہب کی پوری شبیہ ہی خراب ہوجاتی ہے اور دین کی پوری تصویر ہی بگڑ جاتی ہے؛ گویا شیطان نے لوگوں کو اصل مذہب سے ہٹا کر بدعات اور خرافات میں ایسا مدہوش کردیا ہے کہ لوگ صحیح اور غلط کی تمیز ہی کھو بیٹھے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کہتے ہیں: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے شیطان لوگوں میں دوطرح کی بدعات پیدا کررہا ہے، ایک دس محرم کے دن غم ونوحہ کی بدعت، یعنی جسم پیٹنا، چیخ وپکار، رونا، پیاسے رہنا، مرثیہ پڑھنا اور وہ کام کرنا جو اس صورت حال تک لے جاتے ہیں، مثلاً سلف صالحین کو گالی گلوچ کرنا اور ان پر لعنت کرنا، اور بے گناہ لوگوں کو مجرموں کے ساتھ گناہ میں شریک کرنا، یہاں تک کہ وہ پہلے لوگوں کو برا بھلا کہتے ہیں؛ سیدنا حضرت حسین کی شہادت کے وہ قصے پڑھے جاتے ہیں جن میں اکثر جھوٹ ہوتا ہے، جس شخص نے یہ کام شروع کیا تھا اس کا مقصد فتنے کا دروازہ کھولنا اور امت میں تفرقہ ڈالنا تھا، مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ کام نہ واجب ہیں اور نہ مستحب، بلکہ پرانے مصائب پر جزع وفزع اور نوحہ کرنا ان چیزوں میں سے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کاموں میں بہت بڑے ہیں۔ (منهاج السنة ۲/۳۲۲)

اسلام دین فطرت ہے، اس کے اصول وضوابط اور کسی بھی حکم پر اعتراض کی گنجائش ہی نہیں ہے، بس نظر سلیم ہونی چاہیے، قدرت نے اس مذہب میں ایسے اصول واحکام اور ان کے معیارات رکھے ہیں کہ ہزار سال گزرنے کے باوجود بھی یہ جوں کا توں ہے اور زمانوں کے تقاضوں کو بخوبی پورا کرتا ہے۔ البتہ جب مذہب کی شکل کو بگاڑا جاتا ہے، اس کی تصویر کو خراب کیا جاتا ہے، اور اس میں نئے باب اور نئی چیزوں

(بدعات وخرافات) کا اضافہ کیا جاتا ہے، تو ایک بڑی خرابی یہ پیش آتی ہے کہ ان چیزوں کو بنیاد بنا کر مذہب پر اعتراضات کے انبار لگائے جاتے ہیں، اسلام اور اس کے ماننے والوں کو غلط ثابت کیا جاتا ہے، اور پھر اس سے سیاسی مقاصد بھی حاصل کیے جاتے ہیں۔محرم الحرام کے مہینے میں انجام دی جانے والی بدعات وخرافات کا جب برصغیر میں عروج ہوا تو اس کی کچھ تصویر کھینچتے ہوئے موسی الموسوی کہتے ہیں: لیکن اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے سوگ میں دس محرم کے دن سینہ کوبی کرنا اور سروں پر تلواریں مار کر سر زخمی کرنا اور زنجیر زنی کرنا ہندوستان سے انگریز دور حکومت کے وقت ایران اور عراق میں داخل ہوا، اور انگریزوں نے شیعہ کی جہالت اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے محبت وموقع غنیمت جانتے ہوئے انہیں سروں پر بیرنگ مارنے کی تعلیم دی، حتی کہ ابھی قریب تک تہران اور بغداد میں برطانوی سفارت خانے ان حسینی قافلوں کی مالی مدد کیا کرتے تھے جو اس دن سڑکوں پر نکالے جاتے، اس کے پیچھے غرض صرف سیاسی اور انگریزی استعمار وغلبہ تھا، تا کہ وہ اس کو بڑھا کر اس کی آبیاری کریں، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے معاشرے اور آزاد میڈیا کے سامنے ایک معقول بہانا مہیا کرنا چاہتے تھے جو برطانیہ کا ہندوستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں قبضہ کی مخالفت کرتے تھے، اور وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ ان ممالک میں بسنے والے وحشی ہیں جو تربیت کے محتاج ہیں کہ انہیں جہالت اور وحشیوں کی وادی سے نکال کر ترقی یافتہ معاشرہ بنایا جائے، اس طرح یورپی اور انگریزی روزناموں اور میگزینوں میں تصویریں شائع کی جاتیں کہ ہزاروں افراد کے قافلے عاشوراء کے موقع پر زنجیر زنی سے ماتم کر کے بازاروں میں گھوم رہے ہیں اور سروں پر تلوار اور بیرنگ سے خون نکالا گیا ہے۔(الشیعۃ والتصحیح)

بہر حال مذہب کو صحیح شکل میں محفوظ رکھنا اور اس کے احکامات پر سختی سے عمل کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے اور اسی میں ہماری کامیابی مضمر ہے، ہم حق اور باطل کے فرق کو جانیں، صحیح اور غلط کی تمیز سیکھیں، اصل مذہب اور اس میں داخل کردہ بدعات وخرافات کو پہچانیں، شریعت کے ہر مسئلہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھیں، ہر معاملے میں مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھیں اور معتبر علماء سے دینی رہنمائی حاصل کریں۔

زیر نظر کتاب میں اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام کے پیغامات، فضائل اور اس مہینے میں انجام دی جانے والی بدعات وخرافات کو بیان کیا گیا ہے؛ قرآن وحدیث اور معتبر کتابوں سے حوالے دیے گئے ہیں۔ اس کتاب کو بار بار پڑھیں، محرم الحرام کے پیغامات کو سمجھیں، اس کے فضائل کو جانیں، اور اس مہینے میں دین کے نام پر انجام دی جانے والی بدعات وخرافات اور رسومات سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ اللہ تعالی اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اس کتاب کو مرتب کرنے میں جن کتابوں یا جن تحریروں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اللہ تعالی ان کے مصنفین اور ناشرین کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو امت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد قاسم اوجھاری

ماہ محرم الحرام کے پیغامات

محرم الحرام کا مہینہ اسلامی سال کا سب سے پہلا مہینہ ہے، جو اپنے اندر بہت کچھ چھپائے ہوئے ہے، یہ مہینہ اپنی آمد پر کئی پیغامات سے نوازتا ہے، کبھی گذرے ہوئے سال کے حساب کی جانب ابھارتا ہے، کبھی آنے والے سال کی تیاری کی طرف توجہ دلاتا ہے، کبھی اپنے انوار وبرکات سے اہل دل کو مالا مال کرتا ہے اور کبھی سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دردناک داستان سے دلوں کو جھنجوڑتا ہے۔

ہم یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے گذرا ہوا سال دنیوی عیش وعشرت میں گذار دیا اور اس کا کوئی نام ونشان باقی نہیں ہے، اس کا کوئی حساب وکتاب موجود نہیں ہے؛ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **وان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ماتفعلون** (سورہ انفطار) اور بیشک تم پر دو معزز لکھنے والے نگہبان ہیں، جو تمہارے سب اعمال کو جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہمارے سارے اعمال اللہ کے حضور موجود ہیں۔ لہذا ہم سب پہلے اپنے گذرے ہوئے سال کا حساب لگائیں کہ ہم نے اپنے اعمال فرمان خداوندی کے مطابق کیے یا نہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا** (مصنف ابن ابی شیبہ۔ مسند فاروق ۲/۲۱۸) اے لوگو! حساب کا دن آنے سے پہلے اپنا حساب کرلو۔ لہذا اگر ہم نے اچھے اعمال کیے ہیں تو رحمت خداوندی سمجھ کر اس پر اللہ تعالی کا شکر ادا کریں۔ اور اگر ہم نے فرمان خداوندی کے مطابق اعمال نہیں کیے تو اللہ تعالی سے توبہ واستغفار کریں۔ حدیث قدسی میں فرمان خداوندی ہے: **ألا هل من مستغفر فاغفر له** (ابن ماجہ رقم ۱۳۸۸) ہے کوئی

گنہگار جو چند قطرے اشک ندامت لے کر آئے اور ساری معصیتوں اور گناہوں سے پاک وصاف ہو کر جائے۔

رہی بات آنے دنوں اور سال کی تو اس کا ایک خاکہ اور منصوبہ بنائیں، کیوں کہ اس سال کے اندر اللہ تعالی کے بہت سے انعامات ہوں گے اور انعامات کو حاصل کرنے کے لیے بابرکت گھڑیاں شب برأت، شب قدر، رمضان المبارک، محرم الحرام، عشرۂ ذی الحجہ اور حج بیت اللہ وغیرہ کے دل ربا اور دل کش مواقع ہوں گے؛ اور خوشی کی بات تو یہ ہے کہ اس سال کے اندر ایسے دن بھی آئیں گے جن میں اللہ نے مغفرت اور معافی کا وعدہ کیا ہے۔ لہذا ان مواقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ابھی سے تیاری اور فکر کریں۔

ماہ محرم الحرام کے انوار وبرکات نیکیوں کی ذخیرہ اندوزی کا بہترین موقع فراہم کرتے ہیں اور یہ پیغام دیتے ہیں کہ رحمت خداوندی کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں، بس نیکیوں کو سمیٹنے والے بندے ہونے چاہئیں، اللہ کے یہاں رحمتوں اور انعامات کی کمی نہیں ہے، وہ بے تحاشا نوازتا ہے، مختلف بہانوں اور طریقوں سے اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے۔ اس مہینے میں ایک دن کا روزہ ایک مہینے کے روزوں کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح رمضان کے بعد اس مہینے کے روزے افضل قرار دیے گئے ہیں۔ عاشوراء کے دن کا روزہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بتایا گیا ہے۔ اسی طرح عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت اور فراخ دلی سے خرچ کرنے کو رزق میں برکت کا ذریعہ اور فقر وفاقے سے نجات کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ لہذا ہمیں ان انعامات اور برکتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اور اللہ تعالی کی ذات سے یہ امید اور توقع رکھنی چاہیے کہ وہ ان رحمتوں اور نعمتوں کی برکت پورے سال رکھیں گے۔

اس مہینے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت صبر وتحمل، استقامت، خلوص

اور جذبۂ شہادت کا پیغام دیتی ہے؛ اور یہ واضح کرتی ہے کہ آدمی کو اپنے دین سے اتنی وابستگی ہو کہ وہ جان قربان کرنے سے بھی گریز نہ کرے۔ اسی طرح ایک مؤمن کی یہ شان ہونی چاہیے کہ وہ نامساعد اور ناموافق حالات میں بھی صبر و استقامت سے کام لے اور اپنے دین پر مضبوطی کے ساتھ جمارہے۔ اسی طرح ایک مؤمن کو ماحول اور حالات سے متأثر ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، مخالفانہ ہوائیں اگر چل رہی ہیں تو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے راستے اور طریقے تلاش کرنے چاہئیں۔ اسی طرح شہادت حسین یہ بھی پیغام دیتی ہے کہ مؤمن کو اپنے اور اپنے دین کے دفاع اور تحفظ کے لیے صرف ظاہری اسباب و وسائل کو نہیں دیکھنا چاہیے، ایک مؤمن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تعداد و اسلحہ وغیرہ سے مرعوب ہو، بلکہ ہر وقت اللہ کی رحمت و نصرت اور مدد کا منتظر رہے۔ اسی طرح شہادت حسین یہ واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالی اپنے نیک اور مخلص بندوں کو ہمیشہ آزماتے رہے ہیں، لہذا آزمائشوں کے لیے ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہیے اور اللہ تعالی کی تقدیر پر مکمل راضی رہنا چاہیے۔

باری تعالی ہمیں اسلامی سال کا پہلا مہینہ ''محرم الحرام'' کے ان پیغامات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہ محرم الحرام کی عظمت و اہمیت

ماہ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، جو اپنی برکتوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس مہینے کی تاریخی حیثیت تو اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن اس کی حرمت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مہینے میں خصوصی اعمال اس کی عظمت کو چار

چاند لگا دیتے ہیں، جس کی بنا پر یہ مہینہ اپنی فضیلت وعظمت، حرمت وبرکت اور مقام و مرتبے کے اعتبار سے انفرادی خصوصیت کا حامل ہوجاتا ہے۔ شریعت محمدیہ میں اس مہینے کے اعزاز واکرام میں قتال کوممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ارشاد باری تعالی ہے: **قل قتال فیه كبير (البقره: ۲۱۷)** آپ کہہ دیجیے کہ اس میں قتال کرنا بڑا گناہ ہے۔ نیز اس مہینے کو حرمت والے مہینوں میں شمار کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم (التوبه ۳٦)** اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اسی دن سے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت (ادب) کے مہینے ہیں۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والارض السنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم ثلاث متواليات ذو القعده وذو الحجه والمحرم ورجب مضر الذي بين جمادي وشعبان (صحيح بخاري ۲/۲۷۲)** زمانے کی رفتار وہی ہے جس دن اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، ایک سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، جن میں سے تین مہینے لگاتار ہیں، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، اور ایک مہینہ رجب کا ہے، جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان میں آتا ہے۔

محرم کے روزوں کی فضیلت

محرم الحرام کے مہینے میں کی جانے والی ہر عبادت قابل قدر اور باعث اجر و

ثواب ہے، تاہم احادیث مبارکہ میں محرم کے روزوں کی خصوصی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ چناں چہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **وافضل الصیام بعد شهر رمضان صیام شهر الله محرم** (صحیح مسلم ۲/ ۳۶۸) رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے اللہ کے مہینے ''محرم'' کے روزے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: **من صام یوما من المحرم فله بكل یوم ثلاثون یوما** (المعجم الصغیر للطبرانی رقم ۹۶۳) جوشخص محرم کے ایک دن کا روزہ رکھے گا اس کو ایک مہینے کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ماہ محرم میں روزوں کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے سے سال کا آغاز ہوتا ہے، اس لیے اسے نیکیوں سے معمور کرنا چاہیے اور اللہ تعالی سے یہ توقع رکھنی چاہیے کہ وہ ان روزوں کی برکت پورے سال رکھے گا۔ (احیاء العلوم ۱/ ۲۰۱)

عاشوراء کے دن کا روزہ

محرم الحرام کے تمام دنوں میں یوم عاشورہ (۱۰ر محرم الحرام) خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دن بڑی فضیلت و برکت والا اور نیکیوں کی ذخیرہ اندوزی کا دن ہے۔ اس دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **وصیام یوم عاشوراء احتسب علی الله ان یكفر السنة التي قبله**۔ (صحیح مسلم ۱/ ۳۶۷۔ شرح معانی الآثار ۳۲۹۵) جو آدمی عاشورہ کے دن روزہ رکھے گا تو مجھے اللہ تعالی سے یہ امید ہے کہ وہ اس کے گذشتہ سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: **عن ابي موسى قال: كان یوم عاشوراء تعده الیهود عیدا قال النبي**

صلى الله عليه وسلم فصوموه انتم۔ (صحیح بخاری ۲۶۸/۱) حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں: عاشوراء کے دن یہودی خوشیاں مناتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں: **قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة فرأي اليهود تصوم عاشوراء فقال ما هذا؟ قالوا هذا يوم صالح هذا يوم نجى الله بني اسرائيل من عدوهم فصامه موسى قال فانا احق بموسى منكم فصامه وامر بصيامه۔** (صحیح بخاری ۲۸۲/۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے جواب دیا: یہ مبارک دن ہے، یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی، تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا؛ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرا موسیٰ سے زیادہ تعلق ہے تمہارے مقابلے میں، چناں چہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس کا یہ فرمان ہے: **ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يتحرى صيام يوم فضله على غيره الا هذا اليوم عاشوراء وهذا الشهر يعني شهر رمضان۔** (صحیح بخاری ۲۶۸/۱) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم عاشوراء اور رمضان کے روزوں سے زیادہ کسی روزے کا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے مہینے اور دس محرم کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں تھے اس وقت تک عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا مسلمانوں پر فرض تھا، بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کو سنت اور مستحب قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم:

۲۰۴۰۲۔السنن الکبری للنسائی ۲۸۵۱۔مرقاہ المفاتیح ۴/۶۸۴) حضرت حکم بن اعرج کہتے ہیں: **انتهيت الى ابن عباس رضي الله عنهما وهو متوسد رداءه في زمزم فقلت له: اخبرني عن صوم عاشوراء، فقال: اذا رأيت هلال المحرم فاعدد واصبح يوم التاسع صائما، قلت هكذا كان محمد صلى الله عليه وسلم يصومه؟ قال نعم۔** (صحیح مسلم ۱/۳۵۹) کہ میرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جانا ہوا، وہ زمزم کے قریب اپنی چادر کا تکیہ لگائے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: مجھے یومِ عاشوراء کے روزے کے متعلق بتایئے؟ انہوں نے کہا: جب تم محرم کا چاند دیکھ لو تو دن گنو، اور نو محرم کو روزہ کی حالت میں صبح کرو۔ میں نے پوچھا: کیا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔

عاشوراء کے روزے کے ساتھ ایک روزہ اور ملانا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں جب بھی عاشورہ کا دن آتا تو آپ اس دن روزہ رکھتے، البتہ وفات سے پہلے جب عاشوراء کا دن آیا تو آپ نے اس دن روزہ رکھا اور ساتھ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: دس محرم کو ہم مسلمان بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، لہذا اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو صرف عاشورہ کا روزہ نہیں رکھوں گا، بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملاؤں گا، یعنی ۹/محرم یا ۱۱/محرم کا روزہ بھی رکھوں گا، تاکہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے، لیکن اگلے سال عاشوراء کا دن آنے سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا۔ (صحیح مسلم ۱/۳۵۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں ملی،

لیکن چوں کہ آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی، اس لیے صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا، اور عاشوراء کے روزے کے ساتھ ایک روزہ اور ملا کر رکھا، یعنی ۹ محرم یا گیارہ محرم کا روزہ بھی رکھا۔ حضرت حکم بن اعرج کہتے ہیں: **انتهيت الى ابن عباس رضي الله عنهما وهو متوسد رداءه في زمزم فقلت له: اخبرني عن صوم عاشوراء فقال اذا رأيت هلال المحرم فاعدد و اصبح يوم التاسع صائما قلت هكذا كان محمد صلى الله عليه وسلم يصومه؟ قال نعم۔** (صحیح مسلم ۱/ ۳۵۹) کہ میرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جانا ہوا، وہ زمزم کے قریب اپنی چادر کا تکیہ لگائے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: مجھے یوم عاشوراء کے روزے کے متعلق بتایئے؟ انہوں نے کہا: جب تم محرم کا چاند دیکھ لو تو دن گنو، اور نو محرم کو روزہ کی حالت میں صبح کرو۔ میں نے پوچھا: کیا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اس کے علاوہ بعض روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح طور پر حکم دیا کہ یہود کی مشابہت سے بچو اور عاشورہ کے روزے کے ساتھ ایک روزہ اور ملا کر رکھو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **صوموا يوم عاشوراء وخالفوا اليهود فيه، صوموا قبله يوما وبعده يوما۔** (شعب الایمان ۳/ ۳۶۵۔ شرح معانی الآثار) عاشورہ کے دن روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو، عاشورہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں تاریخ کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ بھی رکھنا چاہیے، تا کہ سنت بھی ادا ہو جائے اور مخالفت کا پہلو بھی نکل آئے۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **ويستحب ان يصوم يوم عاشوراء بصوم يوم قبله او بعده ليكون مخالفا لاهل الكتاب۔** (فتاوی شامی ۳/ ۳۳۵ زکریا۔ بدائع

الصنائع ۲/ ۲۱۸ زکریا۔ طحطاوی علی المراقی ۶۳۹ دار الکتاب) اور عاشوراء کے روزے کے ساتھ ایک اور روزہ پہلے یا بعد میں رکھنا مستحب ہے، تاکہ اہل کتاب کی مخالفت ہو۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ علامہ انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عاشورہ کے روزے کی تین شکلیں ہیں: (۱) نویں، دسویں اور گیارہویں تاریخ یعنی تینوں دن روزہ رکھا جائے۔ (۲) نویں اور دسویں یا دسویں اور گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔ (۳) صرف دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔ ان میں پہلی شکل سب سے افضل ہے اور دوسری شکل کا درجہ اس سے کم ہے اور تیسری شکل کا درجہ سب سے کم ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیسری شکل کا درجہ جو سب سے کم ہے، اسی کو فقہاء نے کراہت سے تعبیر کیا ہے، ورنہ جس روزے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہو اور آئندہ ایک روزہ اور رکھنے کی صرف تمنا کی ہو، اس کو مکروہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ (العرف الشذی ۲/ ۱۷۷)

عاشوراء کے دن اہل وعیال پر وسعت سے خرچ کرنا

دسویں محرم کے دن اپنی وسعت کے مطابق حلال آمدنی سے اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت سے خرچ کرنا رزق میں برکت کا ذریعہ اور فقر و فاقہ سے نجات کا سبب ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **من وسع علی نفسه واهله یوم عاشوراء وسع الله علی سائر سنته۔** (الاستذکار لابن عبد البر المالکي ۳/ ۳۳۱) جو آدمی اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر عاشورہ کے دن وسعت سے خرچ کرے گا تو اللہ تعالی پورے سال اس پر وسعت

فرمائیں گے۔ یعنی اس مبارک عمل کی تاثیر یہ ہے کہ اللہ تعالی اس کے نتیجے میں پورے سال رزق میں فراخی اور وسعت کر دیتے ہیں۔ مذکورہ حدیث مختلف سندوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے، لیکن سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وسع على عياله في النفقة يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته۔** (مشكاة المصابيح ۱۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے: **ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من اوسع على عياله واهله يوم عاشوراء اوسع الله عليه سائر سنته۔** (شعب الايمان) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی مختلف طریق سے تخریج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **هذه الاسانيد وان كانت ضعيفة فهي اذا ضم بعضها الى بعض اخذت قوة۔** (شعب الايمان للبيهقي ۳/ ۳۶۶) کہ یہ تمام سندیں اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن سب کو ملا کر اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی کثرت طرق کی وجہ سے اس روایت میں قوت آگئی ہے اور صحیح حسن روایت کے درجے میں ہوگئی ہے۔ ابن حبان نے اس کو حسن قرار دیا ہے، **ذكره ابن حبان في الثقات فالحديث حسن على رأيه عن ابي سعيد الخدري۔** (اللآلی المصنوعة ۳۶۹) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تخریج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **اما حديث التوسعة فرواه الثقات... وقال الجراحي في كشف الخفا: قال الحاكم ايضا: الاكتحال يوم عاشوراء لم يرد عن النبي صلى الله عليه وسلم فيه اثر وهو بدعة، نعم حديث التوسعة ثابت صحيح كما قال الحافظ السيوطي في الدرر۔** (رد المحتار ۳/ ۳۵۵) بہرحال اہل وعیال پر وسعت کرنے والی حدیث کو ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے، اور جراحی ''کشف الخفا'' میں کہتے ہیں کہ حاکم فرماتے ہیں: عاشورہ کے

دن زینت اختیار کرنے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت منقول نہیں ہے، یہ بدعت ہے، ہاں اہل وعیال پر وسعت والی حدیث ثابت ہے صحیح ہے، جیسا کہ حافظ سیوطی نے ''درر'' میں لکھا ہے۔ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وحدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء صحیح۔** (در مختار مع الشامی ۳/ ۳۹۹) کہ عاشورہ کے دن اہل وعیال پر وسعت والی حدیث صحیح ہے۔

عاشورہ کے دن اہل وعیال پر وسعت سے خرچ کرنے کے سلسلے میں جلیل القدر صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ، مشہور محدث یحیی بن سعید، معروف امام وفقیہ سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری فرماتے ہیں: ہم نے اس عمل کا تجربہ کیا تو اس کو درست اور اسی طرح پایا۔ یعنی وسعت ہی دیکھی۔ (مشکوۃ ۱۷۰۔ فیض القدیر ۲۳۶۔ الاستذکار لابن عبدالبر ۱ ۳۳۔ شعب الایمان)

البتہ یہ بات واضح رہے کہ شریعت کا جو حکم جس درجہ میں ثابت ہو، اس پر اسی طرح عمل کرنا چاہیے، افراط وتفریط سے حد درجہ اجتناب کرنا چاہیے۔

چند غلط فہمیاں اور من گھڑت باتیں

آج کل لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ ماہِ محرم الحرام اور عاشوراء کے دن کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اس شہادت کی وجہ سے محرم الحرام اور عاشوراء کا دن مقدس اور حرمت والا ہو گیا ہے؛ یہ بات صحیح نہیں ہے، کیوں کہ عاشورہ کے دن کی فضیلت واقعۂ کربلا سے نہیں ہے، بلکہ پہلے سے ہی ہے، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانے میں عاشورہ کا دن مقدس سمجھا جاتا تھا اور آپ نے اس کی بہت سی فضیلت بیان فرمائی تھی، قرآن کریم نے بھی ماہ محرم الحرام کی حرمت کا اعلان فرمایا اور اس مہینے میں قتال کو ممنوع قرار دیا گیا تھا؛ جب کہ واقعۂ کربلا حضور کی وفات سے تقریباً ساٹھ سال بعد پیش آیا ہے۔ لہذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ محرم الحرام اور عاشوراء کے دن کی حرمت وفضیلت واقعۂ شہادت کی وجہ سے ہے۔ البتہ اس کے مقدس ہونے کی وجہ کیا ہے؟ اور اس کو کیوں فضیلت دی گئی ہے؟ یہ صرف اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں۔

عاشوراء کے دن کے متعلق لوگوں میں یہ باتیں بھی مشہور ہیں کہ اس دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا، اسی دن ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی، اسی دن نوح علیہ السلام کی کشتی کو نجات ملی، اسی دن موسی علیہ السلام پر وحی آئی، اسی دن اسماعیل علیہ السلام کی قربانی قبول ہوئی، اسی دن یوسف علیہ السلام کو جیل سے نجات ملی، اسی دن یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی واپس آئی، اسی دن یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی، اسی دن ایوب علیہ السلام کو بیماری سے شفا ملی، اسی دن موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لے کر سمندر کو پار کیا، اس دن حضور علیہ السلام کو اگلے پچھلے سارے گناہوں کی معافی ملی، اس دن کا روزہ چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، اللہ تعالی نے مخلوقات میں سب سے پہلے عاشورہ کا دن بنایا، سب سے پہلی بارش اسی دن ہوئی، سب سے پہلی رحمت اس دن نازل ہوئی، جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا گویا اس نے پورے سال روزہ رکھا، جس نے اس رات عبادت کی گویا اس نے تمام مخلوقات کے بقدر عبادت کی؛ اسی طرح یہ باتیں بھی کہی جاتی ہیں کہ جو شخص اس دن چار رکعت نماز کی نیت کرے اور اس میں سورہ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ "**قل ھو اللہ احد**" پڑھے تو اللہ تعالی اس کے گذشتہ پچاس سال اور آئندہ پچاس

سالوں کے گناہ معاف فرمادیں گے،جس نے اس دن کسی کو کچھ پلایا تو گویا اس نے لمحہ بھر بھی رب کی نافرمانی نہیں کی، اگر کسی نے عاشوراء کے دن کسی غریب گھرانے کو کھلایا وہ پل صراط پر سے بجلی کی چمک کی طرح گذر جائے گا؛ اسی طرح یہ باتیں بھی مشہور ہیں کہ جو شخص عاشوراء کے دن غسل کرے گا اس کو مرض الموت کے سوا کوئی مرض لاحق نہ ہوگا، جو آدمی عاشوراء کے دن سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوں گی، جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا گویا اس نے تمام یتیموں کے ساتھ بھلائی کی، جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اس کے لیے ایک ہزار حج، ایک ہزار عمرے اور ایک ہزار شہیدوں کا اجر لکھا جائے گا؛ اسی طرح یہ باتیں بھی لوگوں میں مشہور ہیں کہ عاشوراء کے دن ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں، پہاڑ، سمندر پیدا کیے گئے؛ اسی دن عرش بنایا گیا، اسی دن جبرائیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن عیسی علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا، اسی دن سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی گئی اور قیامت بھی اسی دن قائم کی جائے گی۔ یاد رکھیں! ان سب میں عاشورہ کے دن حضرت موسی علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانے کا واقعہ صحیح روایت سے ثابت ہے، اس کے علاوہ چار باتیں ضعیف سندوں سے ثابت ہیں، (۱) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونا۔ (۲) حضرت نوح علیہ السلام کی طوفان سے نجات۔ (۳) فرعون کے جادوگروں کی توبہ قبول ہونا۔ (۴) حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش۔ ان کے علاوہ باقی سب باتیں غیر مستند ہیں، کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہیں، کچھ روایتوں میں ان تمام باتوں کا تذکرہ ملتا ہے، لیکن ان روایتوں کو علماء نے باطل موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔

حضرت حسین کو ''سید الشھداء'' کہنا

بعض لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ''سید الشہد اء'' کہتے ہیں، مجلسوں میں اس لقب کا خوب ذکر کرتے ہیں اور اشتہارات میں ان کو ''سید الشہد اء'' لکھتے ہیں۔ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں حدیث میں ''سیدا شباب اھل الجنة'' کا لفظ آیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة** (جامع ترمذی ۲/۲۱۷) حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ ''سید الشھداء'' کا لفظ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **سید الشھداء یوم القیامة حمزة بن عبد المطلب** (المعجم الاوسط للطبرانی ۳/۱۲۸) حمزہ بن عبد المطلب قیامت کے دن شہیدوں کے سردار ہیں۔

بدعت اور بدعتی لوگ

جو چیز دین کا حصہ نہ ہو اور اصول دین سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو، اس کو دین سمجھ کر انجام دینا بدعت کہلاتا ہے۔ **البدعة هي الامر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي، قاله السيد۔** (قواعد الفقه ۲۰۴) یعنی بدعت اس من گھڑت عقیدہ یا عمل کو کہا جاتا ہے جس پر صحابہ اور تابعین کا عمل نہ رہا ہو اور کسی دلیل شرعی سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو۔ بدعت کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار۔** (صحیح ابن

خزیمہ ۲/ ۸٦۴) کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا: **انا فرطكم على الحوض من ورد شرب ومن شرب لم يظمأ أبدا وليردن على اقوام اعرفهم ويعرفون ثم يحال بيني وبينهم... فيقول: انهم مني فيقال انك لا تدري ما عملوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن بدل بعدي۔** (صحیح مسلم ۲/ ۲۴۹) میں تم سے پہلے حوض (کوثر) پر موجود ہوں گا، جو وہاں آئے گا وہ سیراب ہوگا اور جو سیراب ہوگا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی، اور کچھ لوگ میرے پاس ایسے آئیں گے جن کو میں پہچان لوں گا اور وہ بھی مجھے پہچان رہے ہوں گے، پھر ان کے اور میرے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی، تو میں کہوں گا: یہ تو میری امت کے لوگ ہیں، تو کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا اعمال کیے، تو میں کہوں گا: پھٹکار پھٹکار ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا۔ اس سے بدعتی لوگ مراد ہیں، جو دین میں نئی نئی خرافات شامل کرتے ہیں اور پھر ان کو دین سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ بدعتی شخص کے بارے میں محمد علیہ السلام نے فرمایا: **من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔** (صحیح بخاری ۱/ ۳۷۱) جس نے دین کے اندر کوئی ایسی بات پیدا کی جو دین میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: **من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام۔** (شعب الایمان للبیھقی ۷/ ۱۷۔ مشکوۃ المصابیح ۳۱) کہ جس نے کسی بدعتی شخص کا اعزاز واکرام کیا تو اس نے اسلام کی بنیاد ڈھانے میں مدد کی۔ ایک دوسری روایت میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: **لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلاة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صرفا ولا عدلا، يخرج من الاسلام كما تخرج الشعرة من العجين۔** (سنن ابن ماجہ ٦) اللہ تعالی بدعتی شخص

کا روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، اللہ کے راستے میں اس کا خرچ اور اس کا انصاف قبول نہیں فرماتے؛ وہ آدمی اسلام سے اسی طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے: **ان اللہ حجب التوبة عن کل صاحب بدعة حتی یدع بدعته۔** (مجمع الزوائد ۱۰/۱۸۹۔ الترغیب والترھیب رقم ۸۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی) کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی شخص سے توبہ کو چھپا دیا ہے (اس کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی) یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے۔

محرم الحرام کا مہینہ برکتوں اور فضیلتوں کا حامل ہے، لیکن بعض لوگ اس کی برکتوں اور انعامات سے فائدہ اٹھانے کے بجائے بدعات و رسومات میں مبتلا ہو کر حقیقی فضیلت سے محروم ہو جاتے ہیں اور احادیث میں وارد وعیدات کے مستحق بن جاتے ہیں۔ ذیل میں چند بدعات و خرافات اور رسومات کی نشاندہی کی جاتی ہے، تاکہ ان سے بچا جائے اور صحیح اعمال اختیار کیے جائیں۔

تعزیہ

محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی تعزیے بنائے جاتے ہیں، بعض جگہ تو بڑی خطیر رقم جمع کر کے بڑے بڑے تعزیے تیار کیے جاتے ہیں۔ تعزیہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مادہ عین، زاء اور ی سے مشتق ہے؛ جس کے معنی ہیں، مصیبت میں صبر کرنا، دلاسہ دینا، تسلی دینا، پرسہ دینا؛ انہیں الفاظ سے تعزیت اور تعزیہ وجود میں آئے ہیں۔ شیعہ حضرات کے یہاں تعزیہ ایک ایسی شبیہ ہے جو سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کے طرز پر تیار کی جاتی ہے۔ یہ تعزیے مختلف شکلوں میں مختلف چیزوں مثلاً: سونا، چاندی، لکڑی،

بانس، کاغذ، ردی، پھول، کپڑا، دھاگہ اور اسٹیل وغیرہ سے تیار کیے جاتے ہیں۔ تعزیہ کی کئی قسمیں ہوتی ہیں، جن میں ضریح یعنی روضہ امام حسین کا جنگلہ اور قبر حسین شامل ہیں، جب کہ ایک تعزیہ کئی مختلف حصوں اور منزلوں پر مشتمل ہوتا ہے، ان تمام حصوں کے الگ الگ نام ہیں، سب سے نچلے حصے کو تخت، اس سے اوپر والے حصے کو حظیرہ، اس کے بعد والے کو تربت اور سب سے اوپر والے حصے کو علم کہتے ہیں۔ دس محرم کے دن تعزیوں کو ٹھیلوں اور مختلف گاڑیوں پر رکھ کر جلوس میں لے جاتے ہیں۔ جلوس کے اختتام پر انہیں ٹھنڈا کیا جاتا ہے، یعنی اس کے کچھ حصوں کو زمین میں دفن یا سمندر یا دریا میں بہا دیا جاتا ہے، تعزیہ ٹھنڈا کرنے کے بعد باقی تبرکات کو اگلے سال کے لیے محفوظ کرلیا جاتا ہے۔

تعزیوں کے سامنے منتیں مانی جاتی ہیں، نذر و نیاز پیش کی جاتی ہے، ان پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، اولاد وغیرہ کی صحت کی دعائیں کی جاتی ہیں، ان کے نیچے سے بچوں کو گزارا جاتا ہے، ان کو بوسہ دیا جاتا ہے، ان پر عرضیاں باندھی جاتی ہیں، بعض جگہ تعزیوں کو سجدہ بھی کیا جاتا ہے اور ان کی زیارت کو زیارت امام حسین سمجھا جاتا ہے؛ یہ سب چیزیں روح ایمانی اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز، ممنوع اور حرام ہیں۔ لہذا تعزیہ داری، تعزیہ سازی، تعظیم تعزیہ، تعزیہ نکالنا اور اس کو ماننا سب بدعت، ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اتعبدون ما تنحتون (الصافات ۹۵)** کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جس کو تم نے خود ہی تراشا اور بنایا ہے۔

علامہ حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رافضیوں کی برائی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگ امام حسین کی قبر کی تصویر بناتے ہیں اور اس کو مزین کر کے گلی کوچوں میں لے کر گشت کرتے ہیں اور یا حسین یا حسین پکارتے ہیں اور فضول خرچ کرتے ہیں،

یہ تمام باتیں بدعت اور ناجائز ہیں۔ (الرقضہ فی مہر الرفضہ)

مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: تعزیہ کے ساتھ جو معاملات کیے جاتے ہیں، ان کا معصیت و بدعت بلکہ بعض کا قریب بہ کفر و شرک ہونا ظاہر ہے، اس لیے اس کا بنانا بلا شک ناجائز ہوگا اور چوں کہ معصیت کی اعانت معصیت ہے، اس لیے اس میں باچھ یعنی چندہ دینا یا فرش وفروش وسامان روشنی سے اس میں شرکت کرنا سب ناجائز ہوگا اور بنانے والا اور اعانت کرنے والا دونوں گناہ گار ہوں گے۔ (امداد الفتاوی ۴؍۸۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تعزیہ داری درعشرۂ محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست زیرا کہ تعزیہ داری عبارت ازیں ست کہ ترک لذائذ وترک زینت کند وصورت محزون وغمگیں نمایند یعنی مانند صورت زناں سوگ دارندہ بنشیند ومرد را ہیچ ازیں قسم در شرع ثابت نشود۔ (فتاویٰ عزیزی ۷۲ مطبوعہ دہلی) عشرۂ محرم میں تعزیہ داری اور تعزیے اور قبروں کی صورت بنانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ تعزیہ نام ہے اس کا کہ لذیذ چیزوں اور زینت کو ترک کردے اور شکل وصورت غمگین و محزون بنائے، یعنی سوگ والی عورتوں کی طرح بیٹھے، مرد کو یہ بات کسی موقع پر شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم فرماتے ہیں: علم، تعزیہ، بیرک، مہندی جس طرح رائج ہے، بدعت ہے اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی، تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اس سے منت ماننا حماقت اور نہ کرنے کو باعثِ نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکت سے باز آنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔ (رسالہ محرم وتعزیہ داری ۵۹)

تعزیہ بنانے میں چندہ دینا

محرم کے مہینے میں بعض لوگ تو خود اپنا اپنا تعزیہ بناتے ہیں اور بعض جگہ مشترکہ تعزیہ بنایا جاتا ہے، یعنی چندہ اکٹھا کر کے ایک بڑا تعزیہ تیار کرتے ہیں۔ تعزیے کے ساتھ ناجائز اور بعض مشرکانہ کام بھی ہوتے ہیں، اس لیے جس طرح تعزیہ بنانا ناجائز ہے، اسی طرح تعزیہ میں چندہ دینا بھی ناجائز ہے، یہ تعاون علی المعصیت ہے، جس طرح گناہ سے بچنا ضروری ہے، اسی طرح ان کاموں سے بچنا بھی ضروری ہے جن سے گناہ پر مدد ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علي الاثم والعدوان**۔ (سورہ مائدہ ۲) نیکی اور تقوے کے کاموں میں مدد کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں پر مدد نہ کرو۔ لہذا تعزیہ میں کسی بھی قسم کی امداد اور چندہ دینا درست نہیں ہے، بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کو ختم کرانے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: تعزیہ کے ساتھ جو معاملات کیے جاتے ہیں، ان کا معصیت و بدعت بلکہ بعض کا قریب بہ کفر و شرک ہونا ظاہر ہے، اس لیے اس کا بنانا بلا شک ناجائز ہوگا اور چوں کہ معصیت کی اعانت معصیت ہے، اس لیے اس میں باچھ یعنی چندہ دینا یا فرش وفروش و سامان روشنی سے اس میں شرکت کرنا سب ناجائز ہوگا اور بنانے والا اور اعانت کرنے والا دونوں گناہ گار ہوں گے۔ (امداد الفتاوی ۴/۸۰)

تعزیوں پر بکرا یا کوئی کھانے کی چیز چڑھانا

محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی بڑے پیمانے پر تعزیے تیار ہوتے ہیں اور پھر ان

تعزیوں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، کہیں تعزیہ پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے، کہیں کوئی دوسرا جانور ذبح کیا جاتا ہے، کہیں مٹھائیاں اور شیرینیاں چڑھائی جاتی ہیں اور پھر اس کو برکت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، لوگ ثواب کی نیت سے اس چڑھاوے کو کھاتے ہیں اور تقسیم کرتے ہیں۔ یاد رکھیں! جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے یا کوئی بھی کھانے کی چیز غیر اللہ کے نام پر چڑھائی جائے، یا اس سے غیر اللہ کا تقرب یا تعظیم مقصود ہو، تو اس کا کھانا ناجائز اور حرام ہوجاتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ (سورۃ المائدہ ۳) جس جانور (وغیرہ) پر اللہ کے علاوہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **أمّا الذبح لغیر اللّٰہ فالمراد بہ أن یذبح باسم غیر اللّٰہ کمن ذبح للصنم أو للصلیب أو لموسی أو عیسیٰ أو للکعبۃ ونحو ذٰلک وکل ھٰذا حرام ولا تحل ھٰذہ الذبیحۃ سواء کان الذابح مسلما أو نصرانیا أو یھودیا نص علیہ الشافعي واتفق علیہ أصحابنا فإن قصد مع ذلک تعظیم المذبوح لہ غیر اللّٰہ والعبادۃ لہ کان ذٰلک کفراً فإن کان الذابح قبل ذٰلک مسلمًا صار بالذبح مرتداً۔** (شرح النووي علیٰ مسلم ۲/۱۶۰، حدیث ۱۹۷۸)

غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر مثلا: کسی بت کے نام پر یا صلیب کے نام پر یا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے نام پر یا کعبہ کے نام پر یا اس جیسے کسی نام پر جانور کو ذبح کرنا، تو یہ سب حرام ہے اور ایسا ذبیحہ حلال نہیں ہوتا، خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا عیسائی یا یہودی ہو؛ اس کی امام شافعیؒ نے صراحت فرمائی ہے اور ہمارے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں۔ اور اگر غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے ساتھ ساتھ مذبوح لہ (جس کے لیے ذبح کیا گیا، یعنی چڑھایا گیا ہے) اس کی تعظیم اور اس کی عبادت (یعنی اجر وثواب کا حصول) مقصود ہو تو یہ عمل کفر ہے، اگر کوئی مسلمان ایسا کرے

گا تو وہ اس عمل کی وجہ سے مرتد ہوجائے گا۔ مذکورہ آیت کے ذیل میں مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں ایک چوتھی صورت اور ہے جس کا تعلق حیوانات کے علاوہ دوسری چیزوں سے ہے، مثلاً مٹھائی اور کھانا وغیرہ جن کو غیر اللہ کے نام پر نذر (منت) کے طور سے ہندو لوگ بتوں پر اور جاہل مسلمان بزرگوں کے مزارات پر چڑھاتے ہیں، حضرات فقہاء نے اس کو بھی اشتراکِ علت یعنی تقرب الی غیر اللہ کی وجہ سے **"ما اهل لغير الله"** کے حکم میں قرار دے کر حرام کہا ہے، اور اس کے کھانے پینے دوسروں کو کھلانے اور بیچنے خریدنے سب کو حرام کہا ہے۔ (معارف القرآن ۱/ ۴۲۴۔ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

تعزیوں کے نیچے سے بچوں کو گزارنا

بہت سے لوگ تعزیوں کے نیچے سے بچوں کو گزارتے ہیں، اور ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اگر بچوں کو تعزیوں کے نیچے سے گزارا جائے تو ان کو بیماریوں سے شفا حاصل ہوگی اور بچے بیماریوں سے محفوظ رہیں گے، وغیرہ؛ سو یہ عقیدہ بالکل غلط اور باطل ہے، اس عمل کی قرآن وحدیث اور فقہ سے تائید نہیں ہوتی ہے۔ تعزیہ سازی اور تعزیہ داری ہی شرعی اعتبار سے غلط اور گناہ ہے تو ان کے نیچے سے بچوں کو گزارنے سے شفا کا عقیدہ رکھنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اسلام ایسی واہیات چیزوں کی اجازت نہیں دیتا ہے، بلکہ اسلام ایسی خرافات اور غلط عقیدوں سے لوگوں کو روکتا ہے۔

تعزیوں کی تعظیم کی وجہ سے کھڑا ہونا

بعض لوگ تعزیوں کو دیکھ کر ان کی تعظیم میں کھڑے ہوجاتے ہیں، یا جہاں سے

بھی تعزیہ گزرتا جاتا ہے لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے ہوتے جاتے ہیں۔ یاد رکھیں! غیر اللہ کی اس طرح تعظیم کرنا کہ عبادت کی مشابہت ہونا جائز اور حرام ہے۔ تعزیہ کے ساتھ بہت سارے ناجائز اور حرام کام کیے جاتے ہیں، مثلا: سجدہ کرنا، نذرو نیاز پیش کرنا، منتیں ماننا، چڑھاوا چڑھانا، اس کو حاجت روا سمجھنا اور بوسہ دینا وغیرہ؛ لہذا تعزیہ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ناجائز اور گناہ ہے۔ مفتی عزیز الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے شعار پر کفر وفسق کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا صریح فسق ومعصیت ہے کہ اس میں خوف کفر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۱۸/۵۴۸)

مسجدوں میں تعزیے رکھنا

بعض جگہ لوگ مسجدوں میں تعزیے رکھتے ہیں اور پھر وہیں مجلس کرتے ہیں اور مرثیے پڑھتے ہیں۔ یاد رکھیں! تعزیہ داری اور اس کے متعلقات، مجالس اور مرثیہ خوانی وغیرہ سب بدعت اور ممنوع ہیں، اور یہ کام مسجد میں انجام دینے سے گناہ کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے۔ جس مسجد میں تعزیے رکھے جائیں اس مسجد کو ان سے پاک وصاف کرنا اور تعزیوں کو وہاں سے ہٹانا ضروری ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ سے بتوں کو نکالا تھا اور توڑ کر پھینکوا دیا تھا، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: **دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة وحول الكعبة ثلاث مائة وستون نصبا، فجعل يطعنها بعود في يده وجعل يقول: جاء الحق وزهق الباطل۔** (صحیح بخاری ۳۳۶/۲)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور کعبے کے چاروں طرف ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، آپ اپنے ہاتھ کی چھڑی سے ان کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے: حق آ گیا

اور باطل مٹ گیا۔ نیز مساجد کی تطہیر کا حکم ہے، یعنی مسجدوں کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک رکھنا ضروری ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: **امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد في الدور وان تنظف وتطیب۔** (سنن ابی داؤد ۱/۶۶۔ جامع ترمذی ۱/۱۳۰۔ سنن ابن ماجہ ۵۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا، اور مسجدوں کو پاک وصاف رکھنے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ تعزیہ نجاسات باطنیہ میں سے ہے، کیوں کہ اس کے ساتھ گناہ کے کام کیے جاتے ہیں، لہذا مسجدوں کو تعزیوں سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

کیا تعزیہ داری چھوڑ دینے سے نقصان ہوگا؟

بعض لوگ بہت لمبے زمانے سے تعزیے بناتے چلے آرہے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ہم تعزیے بنانا چھوڑ دیں گے تو ضرور ہمیں کوئی نہ کوئی نقصان پہنچے گا، یہی وجہ ہے کہ تعزیہ داری ان کی نسل در نسل چل رہی ہے۔ یاد رکھیں! تعزیہ داری کی تمام رسمیں، ان میں شرکت اور اعانت وغیرہ سب بدعت اور ناجائز ہیں، اور تعزیہ سازی کو چھوڑ دینے سے نقصان کا عقیدہ رکھنا بالکل غلط اور باطل ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگ فاسق اور بدعتی ہیں۔

کیا تعزیہ بنانا محبت حسین کی دلیل ہے؟

بعض لوگ اس لیے تعزیہ بناتے ہیں کہ تعزیہ بنانے سے محبت حسین ظاہر ہوتی

ہے، یعنی حضرت حسین کی محبت میں تعزیے بناتے ہیں۔ یادرکھیں! تعزیہ سازی، تعزیہ نکالنا، تعزیہ کی تعظیم کرنا اور اس کو ماننا، یہ تمام چیزیں ناجائز اور گناہ ہیں؛ تعزیے بنانے سے کسی طرح کی کوئی محبت حسین ثابت نہیں ہوتی ہے، بلکہ یہ تمام کام ان کی ناراضگی کا باعث ہیں؛ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سنتوں اور ان کے کردار کو اپنانے سے محبت حسین ثابت اور ظاہر ہوتی ہے، ہمیں اہل بیت کے کردار کو اپنانا چاہیے اور تمام قسم کی بدعات وخرافات سے بچنا چاہیے۔

مجلسیں منعقد کرنا

محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی جگہ جگہ شہدائے کربلا کی یاد میں مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ ان مجلسوں کی شکل یہ ہے کہ ایک بڑے مکان یا امام باڑے میں فرش مکلف بچھاتے ہیں، سائبان بھی تانتے ہیں اور شمع دان فانوس قندیل روشن کرتے ہیں، ایک سیاہ رنگ کا ممبر بناتے ہیں اور ایک تکیہ اور مسند بھی بیچ میں رکھتے ہیں، ادب کے پیش نظر تکیے پر پھولوں کے سہرے رکھتے ہیں، ممبر کے برابر میں شدے (علم) بھی رکھتے ہیں، شدے سے مراد یہ ہے کہ ایک بانس پر بہت اچھے عمدہ کپڑے باندھتے ہیں اور بعض بانسوں پر کمان باندھ کر اس کے ساتھ تلواریں لٹکاتے ہیں؛ منبر پر ذاکر شخص بیٹھ کر شہادت کے واقعات نثر میں پڑھتا ہے اور مرثیہ نظم میں، مرثیے کی یہ رسم ہے کہ جب مرثیہ خوان آتے ہیں تو مسند پر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں "فاتحہ"، پھر سب حاضرینِ مجلس ہاتھ کھڑے کر کے حضرت حسین پر درود پہنچاتے ہیں، پھر مرثیہ خوانی ہوتی ہے، سب لوگ سن کر روتے ہیں اور اگر زیادہ غم ہو تو ماتم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ایک آدمی کہتا

ہے" ماتمِ حسین"، چناں چہ سب لوگ سینہ کوبی کرتے ہیں، بعض جگہ چاقو، تلوار اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ساتھ میں "حسین حسین" کے نعرے لگاتے ہیں؛ پھر ایک شخص کہتا ہے "نعرۂ حیدری"، سب کہتے ہیں: "یا علی"، خوب ماتم بلند ہوتا ہے، پھر مرثیہ خوانی ہونے لگتی ہے، تمام رات مرثیہ خوانی کرتے ہیں، مرثیہ خواں تین تین اور چار چار آدمی مل کر مرثیہ پڑھتے ہیں، مرثیہ خوانی کو مرثیہ خوانوں کی چوکی کہتے ہیں، چوں کہ شہادت حسین کے واقعہ پر غم ہے، لہذا جب مرثیہ خوانی ہوتی ہے تو سب آہ وبکا کرتے ہے اور پگڑیاں اتار کر خوب ماتم ونوحہ کرتے ہیں اور تبرے کہتے ہیں۔

ذکر شہادت کے لیے ایسی مجلسیں منعقد کرنا جن میں خلاف شرع چیزیں ہوں ناجائز، ممنوع اور حرام ہے؛ نیز ذکر شہادت اور صحابہ کرام کے اختلافات وغیرہ کے متعلق گفتگو کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، جب کہ ان مجلسوں میں زیادہ تر غیر معتبر کتابیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ علامہ ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں: **قال الغزالي وغيره: ويحرم على الواعظ وغيره رواية مقتل الحسن والحسين وحكاياته وما جرى بين الصحابة من التشاجر والتخاصم، فانه يهيج على بغض الصحابة والطعن فيهم۔** (الصواعق المحرقة ۱۳۳) امام غزالی وغیرہ نے فرمایا: واعظ وغیرہ پر حرام ہے حضرت حسن اور حسین کی شہادت اور ان کے قصوں کو روایت کرنا اور جو کچھ صحابہ کے درمیان اختلافات وغیرہ واقع ہوئے ہیں، کیوں کہ یہ چیزیں صحابہ سے بغض اور ان پر طعن کرنے پر ابھارتی ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دراں مجلس بہ نیت زیارت وگریہ زاری حاضر شدن ہم جائز نیست زیرا کہ آنجا زیارت نیست کہ جائے او حاضر شود ایں چوبہا کہ ساختۂ او ہستند قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چنانچہ درحدیث شریف آوردہ **"مَنْ رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ**

فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلک اضعف الایمان (رواہ مسلم) ودرمجلس تعزیہ داری رفتہ ومرثیہ وکتاب شنید اگر درمرثیہ وکتاب احوال واقعی نیست بلکہ کذب وافترا وتحقیر بزرگاں در ذکر پس شنیدن ایں چنیں مرثیہ وکتاب بلکہ دریں قسم مجلس حاضر شدن ہم روا نیست۔ (فتاویٰ عزیزی ۳۷ مطبوعہ دہلی) اس مجلس میں گریہ وزاری اور زیارت کی نیت سے جانا کبھی جائز نہیں ہے، اس لیے کہ وہاں زیارت کی چیز نہیں ہے کہ اس کے لیے حاضر ہو، یہ لکڑیاں جو اسی کی بنائی ہوئی ہیں زیارت کے قابل نہیں ہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص کوئی غیر شرعی چیز دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹادے، اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے، اور تعزیہ داری کی مجلس میں مرثیہ اور کتاب سننا، تو اگر مرثیہ اور کتاب میں واقعی حالات نہ ہوں بلکہ کذب وافتراء اور بزرگوں کی تحقیر ہو تو ایسا مرثیہ اور کتاب سننا بھی جائز نہیں ہے۔

ماتم اور نوحہ کرنا

محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی بعض لوگ ماتم اور نوحہ شروع کر دیتے ہیں، اور شروع کے دس دنوں میں شہدائے کربلا کی یاد میں خوب ماتم اور نوحہ کیا جاتا ہے، چیختے ہیں، چلاتے ہیں، سینہ پیٹتے ہیں، چہرے کو زدوکوب کرتے ہیں، کپڑے پھاڑتے ہیں، چاقو، تلوار، خنجر اور زنجیروں سے ماتم کرتے ہیں؛ یاد رکھیں! ان تمام چیزوں کی شریعت میں ہرگز اجازت نہیں ہے۔ بے شک بعض حادثات بڑے درد بھرے ہوتے ہیں اور ان پر غم کا ہونا فطری ہے، لیکن شریعت نے ایسے مواقع پر نوحہ اور ماتم کی ہرگز اجازت

نہیں دی ہے۔ کسی کی وفات پر صرف تین دن اور عورت کو اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینہ دس دن سوگ منانے کی اجازت ہے، اس میں بھی ماتم اور نوحہ کی بالکل اجازت نہیں ہے؛ اور زنجیر زنی، چاقو زنی، تلوار زنی اور خنجر زنی تو بالکل حرام ہے۔

ایک حدیث میں ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لیس منا من شق الجیوب وضرب الخدود ودعا بدعوی الجاهلیه** (ابن ماجه ۱/۱۳۱) جو آدمی جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے، گریبان پھاڑے اور منہ کو پیٹے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے: **لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب** (صحیح بخاری ۱/۱۷۲) گریبان پھاڑنے والا اور منہ پر طمانچے مارنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔نوحہ کرنے والوں کے بارے میں ایک روایت میں ہے: **النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام یوم القیامة وعلیها سربال من قطران ودرع من جرب** (صحیح مسلم ۱/۳۰۳) نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنے مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے اوپر تارکول کا لباس ہوگا اور خارش کی قمیص ہوگی۔ ایک دوسری روایت میں ہے، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: **النِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَإِنَّ النَّائِحَةَ إِنْ لَمْ تَتُبْ قَبْلَ أَنْ تَمُوتَ، فَإِنَّهَا تُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهَا سَرَابِيلُ مِنْ قَطِرَانٍ، ثُمَّ يُعْلَى عَلَيْهَا بِدِرْعٍ مِنْ لَهَبِ النَّارِ۔** (سنن ابن ماجه ۱۵۸۲) میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کا رواج ہے، نوحہ کرنے والی عورت اگر توبہ کیے بغیر مرگئی تو اسے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے جسم پر تارکول کی قمیصیں ہوں گی، پھر ان پر آگ کے شعلوں کی قمیص پہنائی جائے گی۔ واضح رہے کہ یہ حکم صرف عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ مرد بھی اگر اس جرم کا ارتکاب کرے گا، تو قیامت کے دن اسے بھی یہی سزا ملے گی۔ حدیث میں عورت کا

تذکرہ صرف اس لیے ہے کہ اس زمانے میں عرب میں عام طور سے عورتیں ہی نوحہ کرتی تھیں، لیکن یہ حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔

اس امت کے لیے سب سے بڑا حادثہ اور سانحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے، اور پھر واقعۂ کربلا (دس محرم) سے پہلے ذی الحجہ کے آخر میں حضرت عثمان غنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی دردناک شہادت بھی ہے، اور اس امت میں جنگ بدر، احد اور بئر معونہ جیسے واقعات بھی پیش آئے ہیں، جہاں بہت سے صحابہ شہید ہوئے، لیکن ان مواقع پر نوحہ اور ماتم نہ دور صحابہ میں ہوا ہے اور نہ بعد کے ادوار میں ہوا ہے، اس لیے کہ یہ تمام چیزیں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ عابد، سخی اور بہادر انسان تھے اور اللہ کے رسول کی افضل بیٹی کے بیٹے ہیں، وہ سید ہیں اور علمائے صحابہ میں ہیں؛ لہذا ہر مسلمان کو ان کی شہادت کا غم ہونا چاہیے، لیکن شیعہ جس طرح کا رنج وغم کرتے ہیں اور جزع فزع کرتے ہیں، یہ طریقہ اچھا نہیں ہے، شاید وہ اکثر بناوٹ اور ریا ہوتی ہے۔ حضرت حسین کے والد حضرت علی ان سے افضل ہیں، حضرت علی بھی شہید کیے گئے، لیکن یہ لوگ حضرت حسین کی شہادت پر ماتم کی طرح حضرت علی کی شہادت پر کوئی ماتم نہیں کرتے۔ اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت عثمان غنی حضرت علی سے افضل ہیں، حضرت عثمان کو بھی شہید کیا گیا، لیکن ان کی شہادت پر لوگوں نے ماتم نہیں کیا؛ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب حضرت عثمان غنی اور حضرت علی سے افضل ہیں، حضرت عمر فاروق کو بھی شہید کیا گیا، لیکن لوگوں نے ان کی شہادت پر کوئی ماتم نہیں کیا؛ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر سے افضل ہیں، اور لوگوں نے ان کی وفات کے دن کوئی ماتم نہیں کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں سارے انسانوں کے سردار ہیں، سابقہ

انبیاء کی طرح آپ کی بھی روح قبض کی گئی، لیکن کسی نے بھی حضور کی وفات کے دن اس طرح ماتم نہیں کیا جس طرح یہ جاہل رافضی حضرت حسین کی شہادت کے دن ماتم کرتے ہیں۔ (البداية والنهاية ۸/ ۲۰۰) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے عاشورہ کے دن کو غم والم کا دن تصور کرلیا جائے، تو پیر کا دن اس سے بھی زیادہ غم کرنے کا دن ہے، کیوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اسی دن ہوئی اور اسی دن خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ (غنية الطالبين) حافظ ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں: **واياه ثم اياه ان يشغله ببدع الرافضة ونحوهم منه الندب والنياحة والحزن اذ ليس ذلك من اخلاق المؤمنين والا لكان يوم وفاته صلى الله عليه وسلم اولى بذلك واحرى۔** (الصواعق المحرقة ۱۰۹) روافض کی بدعتوں میں مشغول ہونے سے بچو، جیسے نوحہ کرنا اور غم منانا، کیوں کہ یہ چیزیں ایمان والوں کے اخلاق میں سے نہیں ہیں، ورنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ان چیزوں کے لیے سب سے زیادہ مناسب تھا۔ شیخ احمد رومی فرماتے ہیں: **واما اتخاذه ماتما لاجل قتل الحسين بن علي كما يفعله الروافض فهو من عمل الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا، اذا لم يأمر الله ولا رسوله باتخاذ ايام مصائب الانبياء وموتهم ماتما فكيف بمن دونهم؟ يجب على ولاة الدين ان يمنعوهم والمستمعون لا يعذرون في الاستماع۔** (مجالس الابرار ۲۵۳) اور حضرت حسین بن علی کی شہادت کی وجہ سے ماتم کرنا جیسا کہ روافض کرتے ہیں، تو یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کی کوشش اس دنیاوی زندگی میں ناکام ہوگئی اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔ جب اللہ تعالی اور اس کے رسول نے انبیاء کی تکلیفوں اور ان کی وفات

کے دن ماتم کرنے کا حکم نہیں دیا، تو جوان سے کم درجے کے لوگ ہیں، ان پر ماتم کیسے ہوسکتا ہے؟ ذمہ دار لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو ان چیزوں سے روکیں۔

ساتویں محرم کو مہندی کی رسم

محرم کی سات تاریخ کو بعض جگہ مہندی کی زیارت کی رسم منائی جاتی ہے، بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ میدان کربلا میں حضرت قاسم بن حسن کی شادی حضرت حسین کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ منسوب ہوئے تھے، اس لیے وہ مہندی کی رسم مناتے ہیں؛ واعظین اور ذاکرین مجلس میں حضرت قاسم کی شہادت کے مصائب پڑھ کر انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور رات میں خوب دھوم دھام کے ساتھ مہندی کا جلوس نکالا جاتا ہے۔ اس شادی کا سب سے پہلے ملا حسین کاشفی نے ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں: حضرت قاسم بن حسن نے عاشورہ کے روز حضرت امام حسین سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی تو امام نے کم سنی کی وجہ سے آپ کو اذن جہاد نہیں دیا، یہ بات قاسم پر بہت گراں گزری، اچانک قاسم کو اپنا وہ بازوبند یاد آیا جو ان کے والد ماجد نے ان کے بازو پر باندھا تھا اور انہیں وصیت کی تھی کہ جب تم پر غم کا غلبہ زیادہ ہو تو تم اسے کھولنا، پس قاسم نے اپنا بازوبند کھولا تو اس بازوبند میں اس کے باپ کی طرف سے لکھا تھا کہ کربلا میں اپنی جان چچا پر نچھاور کرنا، قاسم خوشی کے عالم میں یہ وصیت نامہ لے کر اپنے چچا کے پاس گئے اور وصیت چچا کو دکھائی، حضرت امام حسن کا خط پڑھ کر حضرت امام حسین نے گریہ کیا اور کہا کہ مجھے بھی ایک وصیت کی تھی کہ میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا تم سے عقد کروں؛ لہذا آپ نے عباس عون اور زینب کو شادی کی تیاری کا حکم

دیا اور اس طرح دسویں محرم کے روز قاسم بن حسن کی شادی ہوئی اور اس کے بعد آپ میدان کارزار میں تشریف لے گئے۔ (روضۃ الشھداء ۴۰۱) یہ واقعہ غیر مستند ہے، اور یہ شادی کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، علماء نے اس کا رد کیا ہے؛ دوسرے یہ کہ کسی کی شادی اور نسبت کے موقع پر اس طرح مہندی کی زیارت کی رسم منانے اور جلوس نکالنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

شدوں کا جلوس نکالنا

شدہ اس جھنڈے یا نشان کو کہا جاتا ہے جو محرم میں شہدائے کربلا کی یاد میں تعزیوں کے ساتھ نکالا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات) آج کل بعض جگہ محرم کی سات تاریخ کو شدہ نامی جلوس نکلتا ہے، جس میں سب سے آگے ایک شخص ہاتھ میں نشان یا جھنڈا پکڑے ہوئے ہوتا ہے اور اس کے پیچھے مجمع ہوتا ہے، بہت سے لوگوں کے ہاتھوں میں شدے (علم) ہوتے ہیں، جن پر عمدہ عمدہ کپڑے، پنجے اور تلواریں لٹکی ہوئی ہوتی ہیں؛ سب لوگ ماتم، نوحہ اور سینہ کوبی وغیرہ کرتے ہوئے اور مرثیے پڑھتے ہوئے چلتے ہیں، ساتھ میں یا حسن اور یا حسین وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں شرعاً ممنوع ہیں، اس لیے یہ جلوس شرعی اعتبار سے قطعاً غلط ہے، اس طرح کا جلوس نکالنے اور اس میں شریک ہونے سے بچنا ضروری ہے۔

امام صاحب کی سواری

ایک لکڑی پر چاندی یا دھات وغیرہ کی نعل بہت سے پھول اور مالا کے ساتھ

رسی سے باندھ کر تیار کرتے ہیں، اور محرم کی سات، نو اور دس تاریخ کو ایک آدمی اسے مدہوشی سے لے کر چلتا ہے، اس کو امام صاحب کی سواری اور امام صاحب کا گھوڑا کہتے ہیں، اس پر منتیں وغیرہ بھی مانتے ہیں؛ سو یہ سب بدعت اور ناجائز ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔

مولیٰ علی کی سواری

بعض لوگ محرم کے مہینے میں ایک لکڑی کے سرے پر ایک چاندی کا پنجہ لگاتے ہیں، اور ایک مکان سجا کر جسے وہ ''عاشورہ خانہ'' کہتے ہیں، اس میں نصب کر دیتے ہیں اور اس کو مولی علی کی سواری کہتے ہیں، عشرۂ محرم میں مرد اور عورتیں اس سواری کو سجدہ کرتے ہیں، نذریں چڑھاتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، اس سواری کے سامنے نقارے اور ڈھول تاشے بجاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں؛ اس سواری سے بیس قدم کے فاصلے پر ایک آتش کدہ سلگایا جاتا ہے اور لوگ اس کو پوجتے ہیں، سواری بٹھانے والا اپنے آپ کو مولی علی کا شیر کہتا ہے اور انعام مانگتا پھرتا ہے، بہت سے لوگ اس میں خوب پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ یاد رکھیں! یہ سب چیزیں بدعت، ناجائز اور حرام ہیں، اور اس سواری کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

حضرت حسین کے نام پر سبیل لگانا

محرم کے شروع کے دس دنوں میں اور خاص طور سے دس محرم کے دن بعض لوگ بڑی پابندی کے ساتھ حضرت حسین کے نام پر سبیل ادا کرتے ہیں، راستوں اور

چوراہوں پر بیٹھ کر گزرنے والوں کو پانی، دودھ اور شربت پلاتے ہیں اور کھانا وغیرہ بھی تقسیم کرتے ہیں، اور اس کو بڑے ثواب کا کام سمجھتے ہیں؛ ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ حضرت حسین کربلا میں بھوکے پیاسے شہید ہوئے تھے، یہ کھانا اور شربت ان کی بھوک اور پیاس بجھائے گا؛ یہ محض جہالت کی بات ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس طرح سبیلیں لگانے سے کسی کی بھوک اور پیاس ختم نہیں ہوجاتی ہے؛ وہاں شہدائے کربلا پیاس سے دم توڑ رہے تھے اور یہاں شربتوں کے جام لٹائے جارہے ہیں، یہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم یہ کام ایصال ثواب کے لیے کرتے ہیں، تو شہدائے کربلا کی بھوک و پیاس کو بنیاد بنا کر شربتیں پلا کر غم منانا کونسے ایصال ثواب کا کام ہے؟ اگر یہ ایصال ثواب ہے تو ہزاروں صحابہ بھوکے پیاسے شہید ہوئے، ان کی شہادت کے دن بھی اس ایصال ثواب کا اہتمام ہونا چاہیے، جب کہ یہ اسلاف امت سے ثابت نہیں ہے۔ اور اگر اس کھانے پینے پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، یا غیر اللہ کے نام سے تیار کیا جائے، یا غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو، تو یہ کھانا اور پینا ناجائز اور حرام ہوجائے گا۔

حضرت حسین کے نام کی نیاز کا کھانا

محرم کے مہینے میں بہت سے لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے کھانے اور شربت وغیرہ تیار کرتے ہیں، جس کو امام حسین کی نیاز کہا جاتا ہے۔ یاد رکھیں! غیر اللہ کے نام کا کھانا جائز نہیں ہے، یعنی جس کھانے یا پینے پر غیر اللہ کا نام لیا جائے یا غیر اللہ کا تقرب یا اعزاز مقصود ہو، اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: **وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ**۔ (سورۃ المائدہ ۳) جس جانور (وغیرہ) پر اللہ کے علاوہ کا نام لیا جائے وہ حرام

ہے۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أمّا الذبح لغير اللّٰہ فالمراد بہ أن يذبح باسم غير اللّٰہ كمن ذبح للصنم أو للصليب أو لموسى أو عيسیٰ أو للكعبة ونحو ذٰلک وكل ھٰذا حرام ولا تحل ھٰذہ الذبيحة سواء كان الذابح مسلما أو نصرانيا أو يهوديا نص عليه الشافعي واتفق عليه أصحابنا فإن قصد مع ذلک تعظيم المذبوح له غير اللّٰہ والعبادة له كان ذٰلک كفراً فإن كان الذابح قبل ذٰلک مسلمًا صار بالذبح مرتداً۔

(شرح النووي علیٰ صحيح مسلم ۱۶۰/۲، رقم الحديث: ۱۹۷۸)

غیراللہ کے لیے ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ غیراللہ کے نام پر مثلا: کسی بت کے نام پر یا صلیب کے نام پر یا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے نام پر یا کعبہ کے نام پر یا اس جیسے کسی نام پر جانور کو ذبح کرنا، تو یہ سب حرام ہے اور ایسا ذبیحہ حلال نہیں ہوتا، خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا عیسائی یا یہودی ہو، اس کی امام شافعیؒ نے صراحت فرمائی ہے اور ہمارے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں۔ اور اگر غیراللہ کے نام پر ذبح کرنے کے ساتھ ساتھ مذبوح لہ (جس کے لیے ذبح کیا گیا، یعنی چڑھایا گیا ہے) اس کی تعظیم اور اس کی عبادت (یعنی اجر وثواب کا حصول) مقصود ہو تو یہ عمل کفر ہے، اگر کوئی مسلمان ایسا کرے گا تو وہ اس عمل کی وجہ سے مرتد ہوجائے گا۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں ایک چوتھی صورت اور ہے جس کا تعلق حیوانات کے علاوہ دوسری چیزوں سے ہے، مثلاً: مٹھائی، کھانا وغیرہ جن کو غیراللہ کے نام پر نذر (منت) کے طور سے ہندو لوگ بتوں پر اور جاہل مسلمان بزرگوں کے مزارات پر چڑھاتے ہیں، حضرات فقہاء نے اس کو بھی

اشتراکِ علت یعنی تقرب الی غیر اللہ کی وجہ سے ”**ما اهل لغير الله**“ کے حکم میں قرار دے کر حرام کہا ہے، اور اس کے کھانے پینے دوسروں کو کھلانے اور بیچنے خرید نے سب کو حرام کہا ہے۔ (معارف القرآن ۱؍۴۲۴۔مکتبہ معارف القرآن کراچی)

عاشوراء کے دن پیاسا رہنا

بعض لوگ عاشورہ کے دن پیاسے رہتے ہیں، پانی نہیں پیتے، یہ سوچ کر کہ شہدائے کربلا پیاس میں تڑپ رہے تھے اور تڑپتے تڑپتے دنیا سے چلے گئے؛ یہ لوگ بھی ان کی نقل اور مشابہت میں پانی نہیں پیتے ہیں اور پورے دن پیاسے رہتے ہیں۔ بے شک کسی دردناک واقعے پر غم اور تکلیف ہونا فطری ہے، لیکن جان بوجھ کر اس طرح پیاسا رہنا کوئی ثواب کا کام نہیں ہے، اس سے نہ تو ہمیں کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ شہدائے کربلا کو؛ اگر یہ ثواب کا کام ہے تو صحابہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور کر کے دانا پانی بند کر دیا گیا تھا، ہمیں بھی صحابہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اپنے اوپر تین سال تک دانہ پانی بند کر دینا چاہیے؛ اسی طرح بہت سے صحابہ بھوک اور پیاس کی حالت میں شہید ہوئے، ہمیں ان کی شہادت کے دن بھی بھوکا اور پیاسا رہنا چاہیے، جب کہ ان مواقع پر کوئی بھوکا پیاسا نہیں رہتا۔ عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت آئی ہے، اگر کوئی آدمی روزہ رکھ کر بھوکا پیاسا رہے گا تو وہ ثواب کا حق دار ہوگا۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **يظهر الناس الحزن والبكاء وكثير منهم لا يشرب الماء ليلتئذ موافقة للحسين رضي الله تعالى عنه لانه قتل عطشانا... من البدع الشنيعة**۔ (البدایۃ والنہایۃ ۸؍۲۰۲) لوگ غم منانا اور رونا دھونا کرتے ہیں،

اور بہت سے لوگ پانی نہیں پیتے ہیں، تاکہ حضرت حسین کی موافقت ہو، اس لیے کہ وہ پیاس کی حالت میں شہید کیے گئے، یہ بری بدعت ہے۔

عاشوراء کے دن کھچڑا پکانا

بعض لوگ عاشوراء (دس محرم) کے دن کھچڑا پکاتے ہیں اور اس کو ایک دوسرے کے گھر بھیجتے ہیں، راستوں اور چوراہوں پر تقسیم کرتے ہیں، اور اس کو بڑے ثواب کا کام سمجھتے ہیں؛ جب کہ اس دن کھچڑا بنانا اسلاف امت اور اہل بیت سے ثابت نہیں ہے۔ اس کھچڑے کی حقیقت یہ ہے کہ یہ دشمنان حسین کی ایجاد کردہ رسم ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **فکانوا فی یوم عاشوراء یطبخون الحبوب** (البدایة والنہایة ۸/ ۲۰۲) حضرت حسین کی شہادت کی خوشی میں ناصبی حضرات دسویں محرم کو مختلف اناج ملا کر پکاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ عاشورا کے دن کھچڑا بنانا اور تقسیم کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے دشمنی رکھنے والوں کی ایجاد کردہ رسم ہے، اہل بیت سے محبت رکھنے والوں کو اس بری رسم سے بچنا ضروری ہے۔ اور اگر حضرت حسین یا کسی اور کے نام سے کھچڑا بنایا ہے، تو یہ "**ما اھل لغیر اللہ**" میں داخل ہو کر ناجائز اور حرام ہوگا۔

عاشوراء کا دن عید کی طرح منانا

بعض لوگ عاشورہ کے دن عید کی طرح زیب وزینت اختیار کرتے ہیں اور اس دن عید کی طرح خوشیاں مناتے ہیں، غسل کرتے ہیں، اچھا لباس پہنتے ہیں اور طرح

طرح کے کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں؛ سو یہ طریقہ درست نہیں ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **الاکتحال یوم عاشوراء لم یرد عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم فیہ اثر، وھو بدعۃ۔** (فتاوی شامی ۳/ ۳۵۶) عاشورہ کے دن زیب و زینت اختیار کرنے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت مروی نہیں ہے، اور یہ بدعت ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: بعض ائمہ حدیث وفقہ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا کہ عاشورا کے دن سرمہ لگانا، غسل کرنا، مہندی لگانا، مختلف قسم کے کھانے پکانا، نئے کپڑے پہننا اور اُس دن خوشی کا اظہار کرنا کیسا ہے؟ سب نے متفقہ طور پر فتویٰ دیا کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کوئی روایت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے، نہ ائمۂ اسلام نے ان چیزوں کو پسند کیا ہے اور نہ مستند کتب حدیث میں اس بارے میں کوئی صحیح یا ضعیف روایت موجود ہے۔ (ماثبت بالسنۃ) بعض لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں اور تائید میں حدیثیں پیش کرتے ہیں، مگر جواز پر دلالت کرنے والی تمام احادیث موضوع ہیں۔ (فتاوی عبدالحئی ۱۵۰۹)

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عاشورہ کے دن زیب وزینت اختیار کرنا اور خوشیاں منانا دشمنان حسین کی ایجاد کردہ رسم ہے، دشمنان حسین حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں یہ سب کام کرتے تھے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **ویغتسلون ویتطیبون ویلبسون افخر ثیابھم ویتخذون ذلک الیوم عیدا یصنعون فیہ انواع الاطعمۃ ویظھرون السرور والفرح۔** (البدایۃ والنہایۃ ۸/ ۲۰۸) ناصبی لوگ (دشمنان حسین) عاشورہ کے دن غسل کرتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں، اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور یہ دن عید کی طرح مناتے ہیں، طرح طرح کے کھانے بناتے

ہیں اور خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

دس محرم کے دن عاشورہ کی نماز پڑھنا

بعض لوگ دس محرم کے دن صبح کو آٹھ نو بجے کے قریب عاشورہ کی نماز پڑھتے ہیں، بعض جگہ تنہا نماز پڑھ لیتے ہیں اور بعض جگہ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور بعض جگہ باضابطہ مسجد میں نمازِ عاشورہ بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ اسی طرح اس دن کی کچھ خاص نمازیں لوگوں میں مشہور ہیں، کہ فلاں فلاں نماز اتنی مرتبہ پڑھیں اور اس میں فلاں فلاں سورتیں اتنی مرتبہ پڑھیں، اور اس کے فوائد بھی گنائے جاتے ہیں۔ یاد رکھیں! عاشورہ نام کی کوئی نماز، اسی طرح اس دن کی کوئی خاص نماز قرآن وحدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہے۔

عاشورہ کے دن قبرستان جاکر غیر شرعی کام کرنا

بہت سے علاقوں میں یہ رسم موجود ہے کہ لوگ دس محرم کے دن قبرستان جاتے ہیں، قبروں کی لائی کرتے ہیں، ان پر چراغ اور اگربتیاں جلاتے ہیں، قبروں پر پھول، دال، سبزی اور کھجور کی شاخ وغیرہ ڈالتے ہیں، نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، بعض لوگ سجدہ بھی کرتے ہیں، مرد اور عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے؛ یاد رکھیں! یہ تمام چیزیں شرعاً بدعت اور ممنوع ہیں۔ (تفسیر مظھری ۲/۶۵۔ تفھیمات الٰھیہ ۲/۶۴) شریعت نے نہ ان کاموں کا حکم دیا ہے اور نہ قبرستان جانے کے لیے کوئی خاص دن مقرر کیا ہے۔

علامہ احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قبر کی زیارت دو قسموں پر مشتمل ہے:
(۱) زیارتِ شرعی: جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق قبر پر حاضری دی جائے، جس میں دو باتیں مقصود ہوں؛ اوّل: نصیحت وعبرت حاصل کرنا۔ دوم: اہلِ قبور کو سلام کر کے ان کے حق میں دعا کرنا۔ (۲) زیارتِ بدعی: اس کی صورت یہ ہے کہ قبر پر نماز پڑھنے، اس کا طواف کرنے، اس کا بوسہ لینے، اس پر اپنے چہرے کو رگڑنے، اس کی خاک حاصل کرنے اور اہلِ قبور سے فریاد کر کے ان سے مدد مانگنے وغیرہ کے لیے قبروں پر جانا، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں بتوں کے پجاری بتوں سے استدعا کیا کرتے تھے، تو اس طرح قبروں کی زیارت دراصل مشرکین کے طرزِ عمل سے ماخوذ ہے، اور باتفاق جمیع مسلمین یہ ہرگز مشروع نہیں ہے، یہ کام نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور نہ آپ کے صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ کرام رحمہم اللہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ (مجالس الابرار)

عاشوراء کے دن جلوس نکالنا

بہت سی جگہوں پر عاشورہ کے دن بڑے دھوم دھام کے ساتھ ڈھول تاشوں کے ساتھ جلوس نکالا جاتا ہے، مرد اور عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے، لوگ تعزیے اور علم اٹھائے ہوئے چلتے ہیں، مرثیے پڑھتے ہیں، خوب نوحہ وماتم کرتے ہیں، زنجیر زنی، چاقو، خنجر اور تلوار زنی کرتے ہیں؛ جلوس کے اختتام پر تعزیوں کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے، یعنی ان کے کچھ حصوں کو زمین میں دفن یا سمندر یا دریا میں بہا دیتے ہیں، تعزیوں کو ٹھنڈا کرنے کے بعد باقی تبرکات کو اگلے سال کے لیے محفوظ کر لیتے ہیں۔ عاشورہ کے دن اس طرح کا جلوس

نہ دور نبوت میں نکلا ہے اور نہ دور صحابہ وتابعین میں، اور اس کے بعد کے ادوار میں بھی اس طرح کے جلوس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے، واقعۂ کربلا کے بعد بھی امت مسلمہ نے اس طرح کا جلوس کبھی نہیں نکالا ہے، یہ صرف چند بدعتیوں اور دین کا تماشہ بنانے والوں کی ایجاد ہے؛ یہ جلوس بہت سے مفاسد، بدعات وخرافات، ناجائز اور حرام کاموں پر مشتمل ہے، اس لیے عاشورہ کے دن اس طرح کا جلوس نکالنا شرعی اعتبار سے غلط، ناجائز اور حرام ہے؛ اس طرح کا جلوس نکالنے اور اس میں شریک ہونے سے بچنا ضروری ہے۔

دس محرم کے دن لاٹھی ڈنڈوں کا کھیل کھیلنا

بعض جگہ ایک محرم سے دس محرم تک یا خاص طور سے دس محرم کے دن لاٹھی ڈنڈوں کا کھیل کھیلا جاتا ہے، جس میں طرح طرح کے کرتب دکھائے جاتے ہیں اور اس کے لیے چندہ وغیرہ جمع ہوتا ہے، جو کوئی چندہ نہ دے تو اس پر لعن طعن کیا جاتا ہے، لوگ بڑے شوق سے دور دراز سے اسے دیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ یاد رکھیں! صحت، ورزش یا جنگی مشق وغیرہ کی غرض سے جسمانی کھیل کھیلنے میں شرعی اعتبار سے کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ ان کھیلوں کی وجہ سے معاشی اور دینی نقصان نہ ہو اور ستر کا مکمل خیال رکھا جائے۔ البتہ محرم کے مہینے میں اور خاص دس محرم کے دن لاٹھی ڈنڈوں کا کھیل محض ایک رسم ہے، اس کا مقصد تماشہ بینی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ اس سے باطل عقیدے بھی جڑے ہوئے ہوں؛ اس لیے اس کھیل کو محرم کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں ہے، خاص مواقع پر اس طرح کی التزامی چیزوں کو لوگ دین کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں، اور پھر بڑی خرابیاں پیش آجاتی ہیں، ہمیں ہر چیز میں مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

لہٰذا محرم کے مہینے میں اس کھیل کا التزام قابل ترک ہے۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں: **وعلی هذا الاصل فالالعاب التي يقصد بها رياضة الابدان او الاذهان جائزة في نفسها مالم تشتمل علی معصية اخری و مالم تؤ دالانهماك فيها الی الاخلال بواجب الانسان في دينه و دنياه۔** (تکمله فتح الملهم ۴ر ۴۳۴ اشرفيه) وہ کھیل جن کا مقصد بدنی یا ذہنی ریاضت ہے، وہ فی نفسہ جائز ہیں، جب کہ وہ کسی دوسری معصیت پر مشتمل نہ ہوں اور ان میں اشتغال انسان کو دینی یا دنیاوی چیزوں میں خلل کی طرف نہ پہنچائے۔

محرم کے مہینے میں سبز یا سیاہ کپڑے پہننا

محرم کا مہینہ شروع ہوتے ہی بعض لوگ کالے کپڑے اور بعض لوگ ہرے کپڑے پہنتے ہیں، وہ واقعۂ کربلا کی وجہ سے اظہار رنج وغم کے طور پر اس طرح کا لباس پہنتے ہیں۔ یاد رکھیں! شریعت میں کسی کی وفات پر صرف تین دن سوگ منانے کی اجازت ہے، اس سے زیادہ نہیں، ہاں البتہ عورت کو اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینہ دس دن سوگ منانے کی اجازت ہے، اور اس کے بھی کچھ حدود ہیں۔ محرم کے مہینے میں رنج و غم اور نوحہ و ماتم وغیرہ کے اظہار کے لیے سبز یا سیاہ کپڑے پہننا درست نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **و لايجوز صبغ الثياب الاسود او اكهب تأسفا علی الميت** (فتاوی هنديه ۵ر ۳۳۳) میت پر افسوس کا اظہار کرنے کے لیے کالے یا مائل بہ سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں ہے۔

محرم کے مہینے میں سرخ رنگ کا استعمال

بعض لوگ محرم کے مہینے میں سرخ رنگ کے استعمال کو ممنوع اور ناجائز سمجھتے ہیں، جیسے پان کھانا اور سرخ کپڑے پہننا وغیرہ؛ وہ واقعۂ شہادت کی وجہ سے اس طرح کا خیال رکھتے ہیں۔ سو یہ خیال اور عقیدہ بالکل غلط اور باطل ہے، محرم الحرام کے مہینے میں سرخ رنگ کا استعمال بالکل درست ہے، ممنوع نہیں ہے۔ اس امت میں بڑے بڑے شہادت کے حادثات پیش آئے؛ جنگ بدر، احد اور بئر معونہ جیسے واقعات ہوئے، لیکن ان سب مواقع پر سرخ رنگ کے استعمال کو کبھی ممنوع نہیں سمجھا گیا۔

محرم کے مہینے میں شادی بیاہ نہ کرنا

بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ محرم کے مہینے خصوصاً محرم کے شروع کے دس دنوں میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات کرنا ناجائز اور ممنوع ہے، وہ لوگ واقعۂ شہادت کی وجہ سے اس مہینے کو رنج والم کا مہینہ سمجھتے ہیں اور اس میں شادی بیاہ اور خوشی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہوئے مختلف قسم کے سوگ مناتے ہیں، جیسے: کالا لباس پہننا، عورتوں کا زیب وزینت اور بناؤ سنگار چھوڑ دینا، نوحہ اور ماتم کرنا وغیرہ؛ لوگوں کے مذکورہ خیالات بالکل غلط اور باطل ہیں۔ کسی کی شہادت کی وجہ سے کوئی مہینہ منحوس نہیں ہو جاتا ہے۔ واقعۂ شہادت کی وجہ سے اس مہینے میں شادی بیاہ کو اگر ممنوع سمجھا جائے، پھر تو ہر مہینے میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات ممنوع ہو جائیں گی، کیوں کہ ہر مہینے میں کسی نہ کسی صحابی کی شہادت یا وفات ہے۔ واقعۂ شہادت کا دکھ اپنی جگہ ہے اور ہونا بھی

چاہیے، تاہم محرم الحرام کے مہینے میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس مہینے کو غم کا مہینہ سمجھنا درست نہیں ہے۔

ایک روایت کے مطابق امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے شادی محرم الحرام کے مہینے میں ہوئی ہے، اور ابن عساکر اور طبری نے اس روایت کو راجح بھی قرار دیا ہے۔ (تاریخ دمشق ۳/ ۱۲۸۔ تاریخ الرسل والملوک ۲/ ۴۱۰)

دس محرم کے دن سونا خریدنا

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ عاشوراء (دس محرم) کے دن سونا خریدنے سے مال میں خیر و برکت ہوتی ہے، اس لیے بعض جگہوں پر عاشورہ کے دن سونا خریدنے کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! محرم الحرام میں عاشورہ کے دن سونا خریدنے سے مال میں خیر و برکت کی بات قرآن و حدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہے اور شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

شام غریباں کی رسم

شام غریباں سے متعلق بہت سی باتیں لوگوں میں مشہور ہیں، کچھ حقیقت ہیں اور کچھ افواہ۔ لوگوں میں شام غریباں کا مطلب ہے واقعۂ کربلا کے بعد آنے والی سب سے پہلی شام، یعنی واقعۂ کربلا (دس محرم) کے دن غروب آفتاب کے وقت جو شام ہوئی

تھی ،بعض لوگ اس کو شام غریباں کہتے ہیں ۔ یہ شام اور یہ رات اہل بیت کے لیے بڑی درد بھری اور پریشان کن تھی ، کیوں کہ مرد حضرات تو شہید کیے جا چکے تھے ،عورتیں اور بچے باقی بچے تھے ،خدا جانے کہ یہ وقت انہوں نے کیسے گزارا ہوگا ۔ بہر حال بہت سے لوگ شام غریباں کے نام سے ایک رسم مناتے ہیں ، ہر سال دس محرم کے دن آفتاب غروب ہوتے ہی کسی مکان یا امام باڑے میں مرد اور عورتوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے ، سب لوگ کالے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں ، چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے ،صرف موم بتی جلائی جاتی ہے ، پھر کالے کپڑوں میں گریبان کھولے ہوئے ایک ذاکر شخص نمودار ہوتا ہے ، اور آ کر کہتا ہے : انا للہ و انا الیہ راجعون ، یہ جملہ تین مرتبہ دہراتا ہے ، یہ سن کر سب لوگ رونا شروع کر دیتے ہیں ، پھر وہ ذاکر شخص واقعۂ کربلا کی تفصیلی خبر سناتا ہے ، پھر سارا مجمع خوب روتا ہے ، سب آہ و بکا کرتے ہیں ، چیختے ہیں ، چلاتے ہیں ،نوحہ کرتے ہیں اور پھر مرثیے پڑھتے ہیں ۔ بے شک واقعۂ کربلا ایک درد بھری داستان ہے ، ہر مسلمان کو اس کا دکھ ہونا چاہیے ،لیکن ہر سال اجتماعی طور پر رونے دھونے ،نوحہ کرنے اور سوگ منانے کی ضرورت نہیں ہے ؛ ویسے بھی شریعت نے تین دن سے زیادہ سوگ منانے کو ممنوع قرار دیا ہے ،شریعت نے ایسے موقع کے لیے صبر اور استقامت کی تعلیم دی ہے ،ہمیں صبر اور ہمت سے کام لینا چاہیے ، اہل بیت کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کرنا چاہیے اور تمام ایمان والوں کے حق میں دعا کرنی چاہیے ۔

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں اپنی بہن زینب کو تسلی دیتے ہوئے یہ وصیت فرمائی تھی کہ : میری بہن ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت پر نہ تم اپنے کپڑے پھاڑنا اور نہ ہی سینہ کوبی کرنا ، نیز چیخ اور چلا کر رونے سے بھی گریز کرنا ، وغیرہ ۔ (تاریخ طبری ، تاریخ یعقوبی)

آخری بات

ہمیں چاہیے کہ ہم محرم الحرام کے مہینے کی قیمتی گھڑیوں کو اللہ تعالی کی عبادت، ذکر واذکار، توبہ واستغفار اور خیر کے کاموں میں صرف کریں؛ قرآن وحدیث میں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کاموں کو کریں، بدعات وخرافات اور رسومات وفضولیات سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس مہینے کی حرمت اور عاشورا کی حرمت وعظمت کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، اور باری تعالی اپنی رضا کے مطابق ان ایام کو گزارنے کی توفیق دے۔ ہم سب کو دین اسلام اور صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہو۔ آمین